رات کاٹتے تھے اور سوتے تھے تو میں تمہیں دیکھتا تھا۔ جب تم ڈوبو مٹی پر اُڑتے پرندوں کو کھانے کے لئے مارتے تھے پر وُہ مرتے نہ تھے تو میں دیکھتا تھا۔ جب کالے سیاہ رُکھنوں کے اندر ڈر تمہارے اندر بیٹھ جاتا تھا اور تم سوتے میں بھی چیختے تھے تو میں سنتا تھا۔ اور میں نے تمہیں دیکھا کہ تم ایک سُوکھی ٹہنی کو ہرا ہوتے دیکھتے ہو، اُس میں سے پتّے نکلتے ہیں اور تم اُن کی سرسراہٹ سُنتے ہو۔ اور جب تم پکھیرو بنے تو میں نے تمہاری بولیاں سُنیں۔ ہاں مجھے آس پاس کا کچھ پتہ نہ تھا کہ میں کہاں ہوں، میں صرف تمہیں اپنے آگے دیکھتا تھا اور چُھپ کر چلتا تھا۔"

"پر تم نے تو نرا موہنجو اور اس کے بھٹّوں سے دور ہونا تھا تو جب دور ہو گئے تو پھر میرا پیچھا کیوں نہ چھوڑا۔" ورچن کو ٹھنڈ لگ رہی تھی پر وُہ سُکڑ کر بیٹھا اُس کی باتیں دھیان سے سنتا تھا۔

"بیچ میں ایک بار میں نے تم کو چھوڑ دیا۔" ڈور گا کُچھ شرمندہ ہوا اور بولا "پر پھر مُجھے ڈر لگا"

"ہاہا۔" ورچن اپنے کانپتے جُبّے کے ساتھ ہنسنے لگا "تمہیں بھی ڈر لگا؟۔ تم تو خود جنوروں ایسے ہو"

"ہاں میں ایک جھکا ہوا جنور ہوں پر پھر بھی مُجھے ڈر لگتا ہے کیونکہ میں نے کالی راتوں میں رُکھوں کے بیچ میں سے اُٹھنے والی آوازیں، پکھیروؤں اور جنوروں کی پہلے کبھی نہیں سُنی تھیں۔ بھٹّوں کی چار دیواری کے اندر نہ رُکھ ہوتے ہیں اور نہ پکھیرو۔ اور میں کبھی باہر نہیں نکلا تھا اور کبھی ان کو نہ دیکھا تھا اور نہ سُنا تھا اس لئے ڈرتا تھا کہ یہ کیا ہیں اور کیا بولتے ہیں۔ ہاں تو پھر جب میں نے تمہیں چھوڑ دیا تو رات کو مُجھے ڈر لگا، میں نے اکیلے میں جب یہ آوازیں سُنیں تو میرا جُسّہ کانپا اور میری آنکھوں نے دیکھنا بند کر دیا اور پھر میں تمہیں آوازیں دینے لگا"

"مجھے؟"

"ہاں۔ جنم لینے کے بعد میں نے تمہارے پیچھے چل کر چلنا سیکھا تھا اور جب الگ ہوا تھا تو ڈرتا تھا تو پھر میں اور کسے پکارتا۔ اور میں تو تمہارا نام لے کر کیسے پکارتا، بس ہلکائے ہوئے بھینسے کی طرح ڈکراتا تھا کہ شائد تم سُن لو۔ اور جب کوئی جواب نہ آیا تو پھر میں اندھا دُھند رُکھوں میں سے اور سروٹوں اور جھاڑیوں میں سے ایسے بھاگا جیسے بھٹّے کا مالک اور اُس کے چاکر مُجھے پکڑنے کو آتے ہوں۔ ہاں تم چلتے بہت شتابی ہو۔ پُورے دو دن اور ایک رات میں ایسے بھاگتا رہا اور پھر تمہیں دیکھا جاتے ہوئے دیکھا تو نہیں جانا کہ تم ہو۔ میں نے تمہیں جاتے ہوئے ایسے جانا کہ تم جہاں تھے وہاں پکھیرو اُڑتے تھے۔ ہاں۔ وہاں اونچی اونچی گھاس تھی تم سے بہت اونچی

اور تم اُس کے اندر اوجھل ہو کر کہیں چلتے تھے اور میں نے دُور سے دیکھا کہ اُس گھاس میں سے چھوٹی چھوٹی چڑیاں پُھدکتی ہوئی اڑتی جاتی ہیں، گھاس میں سے نکلتی ہیں جیسے کوئی اُنہیں اُڑا رہا ہو۔ اور یہ تمہارا راستہ تھا"

"اور تم نے جان لیا کہ یہ میں ہوں جو گھاس میں اوجھل چلتا ہوں۔ کوئی اور بھی تو ہو سکتا تھا؟"

"اور کون؟۔ میں اتنے دن تمہارے پیچھے چلتے، تمہیں چلتا دیکھتے اچھی طرح جان گیا تھا کہ تم کس طرح اور کیسے قدم اٹھاتے ہو۔ تم بالکل سیدھ میں نہیں چلتے بلکہ کچھ بل کھا کے ایک طرف جُھکے ہوئے چلتے ہو۔ اور اونچی گھاس میں سے شور مچاتی چڑیاں جو اوپر اٹھتی تھیں، وُہ اُسی طرح ایک سیدھ میں نہیں بلکہ کبھی یہاں سے اور کبھی ذرا پرے سے ہٹ کر اُڑتی تھیں۔ وہاں تم تھے مجھے پتہ تھا۔ اور میں اتنا خوش ہوا کہ جیسے میں نے اپنی میّا کو دیکھ لیا ہے اور میں بھاگ کر تمہیں پکارتا ہوا تم تک آنا چاہتا تھا پر پھر میں ڈر گیا۔"

"تمہیں کہتے کیا ہیں؟" ورچن نے اُکتاہٹ سے پوچھا کہ وُہ اس کہانی سے تنگ آنے لگا تھا۔

"ڈورگا۔"

"پھر ڈورگا۔ یہ سب تو میں سمجھتا ہوں پر یہاں جب میں اس ندی کو پار کرنے کے لئے پانی میں قدم رکھتا تھا تو تم مجھ پر اس طرح کیوں کُود پڑے کہ مجھے مارنے کو تھے؟"

"میں پھر ڈر گیا تھا۔"

ایک تو تم ڈرتے بہت ہو۔" ورچن نے زمین پر تھوکا" اور اتنے بوڑھے ہو پھر بھی ڈرتے ہو"

"دیکھو۔ جب میرے پاؤں تلے پیڈی مٹّی آتی تھی تو میں چلتا تھا۔ جب اونچی گھاس ہوتی تھی یا گھنے رُکھ ہوتے تھے تو میں تمہارے پیچھے چلتا تھا پر یہاں اس ندی کے کنارے آکر میں ٹھٹکا۔ تم آئے اور یہاں ریت پر سو رہے۔ میں پرے ٹھہا اُدھر رُکھوں کے اندر پر تمہیں سامنے رکھ کر سوتا تھا۔ اور پھر سویرے میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ تم لنگی اُتار کر پوٹلی میں رکھ رہے ہو اور۔۔۔"

"تو آجاتے پیچھے پیچھے جیسے اتنے دن اور اتنے رات سے میرے پیچھے چھپکلے کی طرح رینگتے آتے رہے ہو۔" ورچن کے اندر غصّہ اُبل رہا تھا۔

"آ تو جاتا۔ پر میں تیر نہیں سکتا ڈورگا بے چارگی میں تھا" "میں نے کبھی اتنا پانی ہی نہیں

دیکھا تھا چار دیواری سے نکلنے سے پہلے۔ اُس سویر جب میں وہاں سے نکلا تو پہلی بار سندھو کو دیکھا ایسے کہ پانی پھیلا ہوا ہے۔ پر اُس میں کشتی تھی پار جانے کو۔ اب یہاں اس ندی کو دیکھا تو یہاں صرف تم تھے پار جانے کو۔ اور میں نے سوچا کہ اگر یہ مجھے چھوڑ کر ندی پار چلا گیا تو پھر میں ادھر کیا کروں گا۔ کدھر جاؤں گا۔ ساری حیاتی یہیں بیٹھا رہوں گا اور وُہ مجھے ڈھونڈتے بھالتے یہاں تک آجائیں گے اور مجھے لے جائیں گے۔ تو میں پھر ڈر گیا"

"اچھا" ورچن نے غصے سے سر ہلایا" تم پھر ڈر گئے؟"

"ہاں"

ورچن نے ڈورگا کو غور سے دیکھا جو اب ایک بوڑھے بیل کی طرح سر جھکائے بیٹھا تھا اور کبھی کبھار زور زور سے آنکھیں جھپکتا تھا۔ اور پھر وُہ ہنسا۔ اور ورچن کی ہنسی سے ادھر رُکھوں کے اندر سے کچھ پھڑپھڑایا۔ "اچھا میں تمہیں اپنی پیٹھ پر بٹھا کر پار لے جاؤں، میں کوئی بھینس ہوں؟"

ڈورگا چُپ چاپ سر جھکائے آنکھیں جھپکتا بیٹھا رہا۔ ورچن بولے چلا جا رہا تھا اور اپنا غصّہ دکھا رہا تھا اور وُہ چپ چاپ بیٹھا سُن رہا تھا۔

پانی پر ٹھہری ہوئی دُھند کم ہو رہی تھی اور روشنائی بڑھتی تھی۔

آخر کو ورچن دھیما ہوا۔ اُس کے سامنے سر جھکائے جو بوڑھا تھا اُس پر اُسے ترس آیا اور اُس کے مہاندرے پر بھی یہ تھا کہ وُہ ترسا ہوا ہے اس لئے آخر کو ورچن دھیما ہوا اور کہنے لگا "ندی میں اُتریں گے تو پانی دھیرے دھیرے گہرا ہو گا۔ گھٹنوں تک، کمر تک اور پھر کندھوں پر آئے گا اور تب میں پنجوں پر بھار ڈال کر ٹھلنے لگوں گا، تم نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھنا ہے صرف سہارے کی خاطر اور تم آپو آپ میرے ساتھ چلے آؤ گے۔ گھبرانا نہیں میں تمہیں نیچے نہیں جانے دوں گا۔ آؤ۔ اور اگر کوئی بڑی مچھلی یا مگرمچھ چُھو کر گزرا تو شور نہیں مچا دینا، ایسا ہوتا ہے۔ آؤ"

وہ دونوں ایک دوسرے سے ڈرتے پانی میں اُترے۔ اور جب وُہ ندی کے بیچ میں تھے تو ڈورگا نے یکدم شور مچا دیا، دونوں ہاتھوں سے ورچن کو دبوچنے لگا اور دھکیلنے لگا اور یُوں ورچن نیچے گیا اور ساتھ میں ڈورگا بھی۔ جب وُہ دونوں ہاتھ پاؤں مارتے اوپر آئے تو ورچن پانی کے کسی جنور کی طرح پھسل کر ایک طرف ہوا اور اپنے آپ کو ڈورگا سے پرے کرتا ہوا بولا "مجھے ڈبوتے ہو؟"

ڈورگا ہاتھ پاؤں چلاتا دوسری بار نیچے گیا تو اوپر جس جگہ وُہ نیچے گیا تھا وہاں پانی برابر ہوا۔ اور برابر ہو کر ایسے چمکنے لگا جیسے باقی ساری ندی پر چمکتا تھا اور کنارے کے رُکھوں کا سبزہ اُس پر تیرتا تھا۔ ورچن اُس جگہ پر ٹکٹکی جمائے اڈیک میں رہا، دیکھتا رہا اور پھر خاصی دیر بعد چمکتے پانی میں سے ڈورگا کا سَر ایک ٹاپو کی طرح اُبھرا تو اُس کے بالوں کو اُنگلیوں میں جکڑ کر اُس نے اُسے پھر نیچے نہ جانے دیا اور کہا "اب شور مچاؤ گے؟"

ڈورگا کے ناک مُنہ سے پانی بہتا تھا اور وُہ سر ہلائے چلا جاتا تھا۔

ورچن اُسے سہارا دے کر پھر تیرنے لگا "کیا ہوا تھا؟"

ڈورگا نے مُشکل سے ہوش سنبھالا اور کہنے لگا "کس کو کیا ہوا تھا؟"

"تمہیں اور کس کو؟"

"میرے پاؤں جب زمین چھوڑ کر پانی میں تیرتے تھے تو میں بے بس ہوتا جاتا تھا۔" ڈورگا اب ایک ہاتھ سے پانی کو پیچھے کرتا جاتا تھا "اور تم جانتے ہو کہ میں پہلی بار پانی میں ہوں اور مُجھے کُچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ کیا ہے جس میں میں ہوں اور زمین پر نہیں ہوں اور پھر بھی ہوں۔ اور پھر میں نے پانی پر سے اُن رُکھوں کا لشکارا دیکھا جنہیں ہم چھوڑ کر آئے ہیں اور میں نے جانا کہ یہ رُکھ ہمارے پیچھے پیچھے چلے آتے ہیں اور اُن میں کوئی ہے۔ میں ڈر گیا تھا"

ورچن یہ سُن کر چُپ رہا۔ اُس کے ہاتھ پاؤں ایک مچھلی کی طرح بل کھاتے تھے اور پانی کے ساتھ ٹکراؤ سے ایک ہلکی چھپاک چھپاک کی آواز آتی تھی۔

"میں چھوٹا سا تھا تو گھاگرا کے پار کچھ کھیتیاں تھیں جو اب نہیں ہیں اور ہم پتہ ہے کیسے پار اُترتے تھے؟ اُدھر جو جنور جاتے اُن میں سے کسی کی دُم پکڑ لیتے۔۔۔ کبھی کسی گائے کی دُم۔ ہاں اُسے تم زور سے پکڑ لو اور سہجے سہجے تیرتے جاؤ۔ تم نے گائے تو دیکھی ہے ناں؟"

"ہاں۔ مالک جہاں رہتا تھا اُس کے پاس تھیں پر میں نے کبھی اُن کا دُودھ نہیں پیا"

"کبھی نہیں؟" ورچن حیران ہوا۔

"نہیں"

"اور بھینس کا؟"

"یہ بھی جنور ہے؟۔ میں نے دیکھا نہیں"

"کالا ہوتا ہے کالا شاہ۔ رُکھوں میں رہتا ہے اور مار ڈالتا ہے پر کئی ایسے ہیں ہماری بستی میں جو جان جوکھوں میں ڈال اُس کے تھن چُنگ آتے ہیں۔ اُس کا ماس بڑا سواد والا ہوتا ہے"

"میں نے مچھی ماس نہیں کھایا۔"

"ہاں میں بھولتا تھا۔" ورچن کی آواز پانی پر تیری "تمہارا تو ابھی جنم ہوا ہے"

دوسرے کنارے پر زمین دُور تک دِکھتی تھی وہاں رُکھ اور سروٹ نہ تھے دُور تک ٹبے ٹوئے تھے خالی خالی اور اُن پر آیا ہوا آسمان تھا۔ ورچن نے جانا کہ اب پاؤں زمین پر لگ سکتے ہیں اور اُس نے انہیں نیچے جانے دیا۔ کنارے پر پہنچ کر دونوں ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ گئے۔ وہ تھکاوٹ سے ہونکتے تھے اور اُن کے مُنہ کھُلے ہوئے تھے۔ ڈور گا ذرا ہٹ کر لیٹا۔ تھوڑی دیر بعد ورچن نے پوٹلی میں سے لُنگی نکال کر اپنے گرد لپیٹی اور اُدھر جدھر اُس نے سفر کرنا تھا دیکھا اور ایک گہرا سانس اپنے اندر بھر کر چلا اور ندی سے دُور ہونے لگا۔ وہ زیادہ دُور نہیں ہوا تھا جب اُس نے مڑ کر دیکھا تو ڈور گا کو ایک ڈرے ہوئے بچھڑے کی طرح اپنے پیچھے آتا پایا اور وُہ شائد جانتا بھی تھا کہ وُہ آتا ہو گا۔

وُہ رُک گیا۔ "میرے پیچھے کہاں آتے ہو، ندی تو پار ہو گئی اب کیوں آتے ہو؟"

"میں جانتا نہیں کہ میں نے کہاں جانا ہے۔ اس لئے۔"

"آؤ۔ میں تمہیں گھاگرا کے کنارے اپنی بستی کو لے چلتا ہوں۔ آؤ"

ڈور گا نے یہ سُنا تو سر جھکا دیا کیونکہ اُس کی آنکھوں میں پانی پھوٹنے کو تھے اور پھر اُس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

چیتر تھا پر یہاں ہوا گرم تھی اور دُھوپ جُثے میں ریت کی طرح چُبھتی تھی۔۔ اِدھر اُدھر چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں دبکی ہوئی تھیں اور کہیں کہیں خشک گھاس کے ٹکڑے تھے۔ اُن کے پاؤں کی ریت بھی گرم ہونے لگی اور اُس میں پیر دھنستا تھا اور جلتا تھا۔ سُورج بیچ آسمان اُن کے سروں پر آیا تو ورچن رُکا۔ اُس کا تن بدن پسینے میں تھا۔ "یہاں سے ریت کا سفر شروع ہوتا ہے۔ گھاگرا کے ادھر درشدوتی ہے اور دوسری طرف اپایاندی ہے اور اِدھر ہر شے جلتی ہے۔ اب ہم سُورج ڈھلے چلیں گے یا سویر ہونے کے ساتھ۔ درمیان میں سورج کو پرے رکھنا ہے اور کسی ٹیلے یا جھاڑی کی اوٹ لیٹ کر تھکن اُتاریں گے؟"

"کیا تمہاری بستی بھی ایسی ہے۔"

"نہیں نہیں" ورچن سر جھٹکتا کہتا تھا" ریت دس کوہ ادھر ختم ہو جائے گی اور اس کے ساتھ گرم ہوا اور جلانے والی رُت بھی اور اُدھر ہم پھر گھنے رکھوں کے اندر جائیں گے جن کے بیچ ایک زمانے میں ایک جھیل ہوا کرتی تھی جواب سُوکھ چکی ہے۔ اُدھر کوئی نہیں جاتا۔ ہاں پاروشنی جاتی

ہے۔"

"پاروشنی کون؟"

"کوئی نہیں۔ اور رُکھوں کے ساتھ ساتھ ڈوبو مٹّی ہے اور اُس سے پرے چیوا کا چھپر اور دُھرواما من کے بیلوں کا باڑا ہے اور ذرا دُور پکلی کا آوا دکھائی دیتا ہے۔"

"اُس میں اینٹیں پکتی ہیں؟"

"نہیں وہ صرف گھریلو کام کاج کے برتن اور کھلونے بناتی ہے اور پکاتی ہے۔ اور ہاں جُسّے کو دبانے کے لئے بڑے مرتبان بھی۔ پکی اینٹوں کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں اُدھر، چھوٹی بستی ہے موہنجو تو نہیں۔ اور پکلی کے آوے کے پرے بستی ہے اور اس کے ساتھ گھاگرا بہتا ہے۔"

"سندھو ایسا ہے؟"

"نہیں۔"

"درشدوتی جیسا؟"

"نہیں۔ بس وہ ایسا ہے جیسا وُہ ہے۔" اُس نے پوٹلی میں سے ایک سُوکھی ہوئی مچھلی نکالی اور اُسے مُنہ میں رکھ کر چُوسنے لگا "یہ بہت سُوکھ گئی ہے ریت کی لکڑی کی طرح۔ تم جب میرے پیچھے آتے تھے تو کھاتے کیا تھے؟"

"میں۔ پانی پیتا تھا"

"بس؟"

"اور پتّے کھاتا تھا کھٹ مِٹھے۔ یا جھاڑیوں میں جو بیر ہوتے ہیں کبھی وُہ مل جاتے تھے۔"

"ریت پر تو نہ پانی ہوتا ہے اور نہ رُکھ پتّے اور بیروں والی جھاڑیاں بھی کم ہوتی ہیں۔ اب کیا کرو گے؟"

"میں مروں گا نہیں۔" ڈور گا ماتھے پر سلوٹ ڈال کر بولا۔ "میں جواب تک نہیں مرا تو پھر نہیں مروں گا۔ تو پھر گھاگرا کیسا ہے؟"

سُورج نیچے ہوا تو پھر وُہ چلے۔

"ریت کے سفر میں ڈر بہت ہے۔" ڈور گا کے پاؤں دھنستے تھے۔

"تمہیں ہر جگہ ڈر دکھائی دیتا ہے" ورچن کی ہنسی کو کسی رُکھ، جھاڑی نے نہ روکا اور وُہ پھیلتی گئی۔ اور اُس وقت ایک چھوٹا سا جنور اُچھل کر اُن کے سامنے آیا اور ورچن نے ڈور گا کے آگے

ہاتھ کر دیا کہ وُہ آگے نہ جائے اور وُہ رُک گیا۔ "ترلاٹھی ہے"

ترلاٹھی کنک کُترنے والے چوہوں ایسی لگتی تھی۔ وہ اپنے آپ کو زور سے پھلانگ پھلانگ کر چلتی گئی اور پھر ریت میں گُم ہو گئی۔

"یہ کاٹ لے تو بندہ ہوش گنوا دیتا ہے پر اُس سے پہلے چیخیں ابھارتا ہے اور کُرلاتا ہے۔"

"ریت میں بھی جنور ہوتے ہیں؟"

"کوئی ایک؟ ریت پاگل کرتی ہے، جب میں اپنی بستی سے موہنجو کو گیا تھا تو ریت کے سفر میں مُجھے کئی ایسے ملے تھے جو کھو گئے تھے اور وُہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہیں اور کیا ہیں اور کدھر سے آئے ہیں۔ وہ بس ادھر گھومتے رہتے ہیں۔ اور پھر میں نے اس ریت میں کئی کُتّے دیکھے جو بالکل باؤلے ہو چکے تھے، وُہ تھوتھینوں سے ریت اپنے اوپر ڈالتے تھے اور روتے تھے۔ یہ ایسے ہوتا ہے کہ کُتے کسی سیہے کا پیچھا کرتے ہوئے بستی سے نکل کر ادھر آجاتے ہیں اور پھر واپسی کا راستہ بھول کر پہیں ہلکانے پھرتے ہیں اور روتے رہتے ہیں۔"

"اب تو مجھے ڈر آنا ہی چاہیئے" ڈور گا کا مہاندرہ کچھ اور سیاہ لگ رہا تھا۔

سورج نیچے ہو کر چلا گیا اور ریت ٹھنڈی ہونے لگی اور اُن کے پاؤں کو سُکھ ملا۔

رات کے کسی پہر وُہ اُن ٹیلوں کے پاس آئے جو اُن کے تھے جو اُن جیسے تھے پر وہاں مر گئے تھے۔ ورچن رُکا۔ وُہ تھوڑی دیر چُپ کھڑا رہا جیسے کچھ مُنتا ہو اور ڈور گا اُسے دیکھ کر چُپ کھڑا رہا۔ پھر اُس نے پوٹلی میں سے پانی کی وُہ چھوٹی مشک نکالی جو ہر مسافر جو ریت کے سفر پر نکلتا ہے اُسے بھر کر نکلتا ہے۔ ورچن نے اس کا منہ کھولا اور پچکا کر باری باری سارے ٹیلوں پر تھوڑا تھوڑا پانی گرایا۔

"آؤ چلیں۔" ورچن نے مشک پوٹلی میں رکھی اور چلنے لگا۔

"یہ تم کیا کرتے تھے؟"

"اِن ٹیلوں کے نیچے وہ لوگ ہیں جو ریت کے سفر میں پانی کے بغیر مر گئے، وُہ ترہیائے ہوئے سُوکھ گئے۔ اِن کے اوپر پانی نہ ڈالیں تو یہ پیچھے سے پکارتے ہیں"

"ہیں۔ پکارتے ہیں" ڈور گا کھڑا ہو گیا لیکن وہ اتنا ڈرا ہوا تھا کہ اُس نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا" کیسے پکارتے ہیں اگر مر گئے ہیں تو؟"

"میں تو نہیں مانتا اِن چیزوں کو پر کُچھ پکّا پتہ نہیں ہوتا۔ کیا پتہ کیا ہے اور کیا نہیں۔ بس کہتے ہیں کہ ان کو پانی پلا کر نہ گزریں تو یہ پیچھے سے پکارتے ہیں کہ ہم ترہیائے ہوئے ہیں ہمیں

پانی دو۔"

"اب تو نہیں پکاریں گے؟"

"نہیں۔ ویسے سُنا ہے کہ جب پکارتے ہیں تو تمہارا نام لے کر نہیں پکارتے۔ تمہارے باوا کا اور پھر اُس کے باوا کا نام لے کر کہتے ہیں کہ ہم منت کرتے ہیں ہمیں پانی دو، ہم پیاسے ہیں۔ لو میں پھر تمہیں ڈرا رہا ہوں۔ کچھ نہیں ہوگا چلے آؤ"

"سُنو۔" ڈورگا تھوڑی دور جا کر بولا "اُن کے ٹیلوں پر پانی نہ ڈالتے تو اچھا تھا۔"

"کیوں؟" ورچن رُک گیا۔

"مجھے کچھ پتہ نہیں کہ میرا باوا کون تھا اور اُس کے باوا کا نام کیا تھا تو وہ اگر پکارتے تو مجھے پتہ چل جاتا۔" ڈورگا نے یہ سب کچھ ڈر کے بغیر کہا۔

"تم تو بودن ہو۔ چلو"

پھر وُہ رُکے نہیں اور رات بھر چلتے رہے اور سویرے جا کر رُکے اور وُہ ایسے ہی رات بھر چلتے رہے اور دن کو رُکتے رہے۔

ایک سویر وُہ ویارنا کی مُردہ بستی میں پہنچے جہاں تیز ہوا سے ریت پکّی ٹھیکریوں اور مُہروں پر سے دھیرے دھیرے سرک کر اُن کی شکلیں دکھاتی تھی۔

سُورج چڑھا اور سر پر آگیا اور وُہ ستانے کے لئے ایک ٹیلے کی اوٹ میں ہو بیٹھے۔

"تم یہاں سے اُٹھ جاؤ" ورچن نے اُسے کہا" اُدھر کسی اور جگہ چھاؤں دیکھ کر وہاں جا بیٹھو"

کیوں؟" ڈورگا حیران ہوا پر جواب لئے بغیر اُٹھ کر پرے چلا گیا۔

ورچن نے ڈورگا کو اٹھا دیا تھا کہ وُہ اُس کالے ڈر کو اُس کے چہرے پر سمٹتا پھیلتا نہ دیکھ پائے جو اس مُردہ بستی کو سامنے پا کر اُس کے اندر میں سے اُبلتا تھا اور چہرے تک آتا تھا۔ موہنجو جاتے ہوئے وُہ اِس کے پاس سے ہو گزرا تھا پر اس کے اندر نہیں آیا تھا اور آج بھی اگر یہ رات میں اُس کے قدموں کے نیچے سے نکل کر پیچھے رہ جاتی تو وہ خوش ہوتا پر سویر ہونے پر اُنہیں رکنا تھا نہیں تو گرمی اِنہیں جلا دیتی اور جب سویر ہوئی تو وہ ویارنا میں تھے۔ یہاں کبھی کوئی ندی تھی جواب نہیں تھی۔ شائد یہ آپایا ندی کا کوئی حصّہ تھا جو ادھر کو آتا تھا۔ اور اُس کا پانی دھیرے دھیرے ریت میں گم ہوا اور اس کے ساتھ یہ بستی بھی ریت میں گُم ہوئی۔ اس کے بسنے والے کہاں گئے؟ یہاں ایسی کئی مُردہ بستیوں کے ٹیلے تھے اور اُنہیں نیتن دھاوا بولتے تھے اور اِن

میں دیارنا، سب سے بڑی تھی۔ ورچن سر سراتی ریت میں تکی ہوتی اینٹوں اور ٹوٹے ہوئے برتنوں پر نظر جمائے دیکھتا رہا کہ کیسے بندے کے بغیر ہر شے میں سے حیاتی ختم ہو جاتی ہے اور پھر یہ قیاس کرنا بھی بڑا کٹھن ہو جاتا ہے کہ ادھر ان کھنڈروں میں بھی کبھی لوگ گھومتے تھے، اور کھیتوں کو جاتے تھے اور چھپڑوں کو لوٹتے تھے اور بیج ڈالنے کی گیلی گرمی میں ڈوبتے تھے۔

ڈور گا اُس سے ہٹ کر بیٹھا تھا اور یُوں بیٹھا تھا جیسے سندھو میں تیرتی کشتی میں اُس سویر گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا تھا۔ پر وُہ اُسے کبھی کبھار سر اُٹھا کر دیکھ بھی لیتا تھا۔

ورچن سائے میں سے اُٹھا تو ایک ریت رنگ بڑی چھپکلی جھجکے بغیر رینگتی ہوئی اُس کے آگے سے گزرنے لگی۔ اُس کے گزرنے سے ریت میں جو راستہ بنتا جاتا تھا اُسے تیز ہوا پھر سے برابر کرتی جاتی تھی۔ کتنے برس ہوئے اِسے اُجاڑ ہوئے؟ کُچھ بہت زیادہ تو نہیں ہوئے ہوں گے کہ کُچھ دیواریں اور گلیوں کی نالیاں ابھی تک تھیں اور جہاں کہیں کھیت تھے وہاں اُن کے گرد کی چار دیواریاں بھی ریت میں سے سر نکالتی تھیں۔ جہاں ندی بہتی تھی وُہ حصّہ نیچے تھا۔ آس پاس کنارے اونچے تھے اور یہ خشک راستہ تیز دھوپیں کھا کر ایسے چمکتا تھا کہ دیکھنے سے آنکھیں دُکھتی تھیں۔ یہاں سیپیاں ابھی تک تھیں اور برتنوں کے چھوٹے چھوٹے سُرخ ٹکڑے جن کی گولائی ریت میں سے اُبھری نظر آتی تھی۔ یہاں کے لوگ کدھر گئے۔ یہاں کے ورچن۔ پاروشنیاں۔ سمرو اور پکلیاں کدھر گئے۔۔۔ تپتی ریت دہکتی تھی اور ورچن اُس پر چلتا ہوا پسینے میں بھیگتا تھا۔ دُھوپ اُس کے اندر داخل ہو کر اُسے ندی کے راستے کی طرح خشک کرنے لگی۔ وُہ سُوکھتے ہونٹوں پر ہاتھ پھیرتا پھر اُسی ٹیلے کی اوٹ میں ہو کر بیٹھ گیا۔ سایہ چھوٹا ہو چکا تھا، سورج تیزی سے اوپر ہوتا تھا۔

"ڈور گا۔ اب آجاؤ"

ڈور گا ایک سدھائے ہوئے جنور کی طرح اُٹھا اور اُس کے پاس آکر بیٹھ گیا اور مُنہ کھول کر ہانپنے لگا "اِدھر تمہاری طرف سیک بہت ہے، میں تو لُوس گیا ہوں۔"

"بس راستہ ایسا ہے پر ہماری بستی کی ہوا یہ نہیں ہے۔"

"یہاں بھی کوئی بستی تھی؟"

"ہاں تھی۔" ورچن نے کندھے اُچکائے۔۔۔ اور جس سمے ورچن نے اپنے کندھے سکیڑنے کے لئے اوپر کئے اور وہ "ہاں تھی۔" کہنے والا تھا اُس وقت وُہ اُسے ریت میں بل کھاتا دکھائی دیا۔ وہ کالے سیاہ رنگ کا تھا۔ اس کی گول آنکھوں نے اس کی گول آنکھوں میں

دیکھا تھا ۔ چھوٹی چھوٹی بھوری مونچھوں والا ایک ہاتھ لمبا لچکیلا ساہ پیونا اُسے ڈس کر جارہا تھا جب اُس کے کندھے نیچے ہوئے اور اُس نے "ہاں تھی ۔۔۔" کہا ۔ بس وُہ آنکھ جھپکتے میں آیا اور ورچن کی ایڑی میں کاٹ گیا اور ورچن نے آنکھیں جھپکتے ہوئے سوچا کہ کیا سچ مچ ایسا ہوا تھا اور تب اُس کی ایڑی میں سے ایک ٹیس اُٹھی اور اُس نے جان لیا کہ ایسا ہوا تھا اور اگر اُس نے ابھی کوئی اُپانہ کیا تو وہ سورج ڈھلنے کے ساتھ ڈھل جائے گا ۔

"ڈور گا ، ادھر آ"

ڈور گا اُس کے پاس ہوا ۔

"سُن اور دھیان سے سُن ۔۔۔ اِدھر ویارنا سے نکل اور ذرا پرے ہو کر چل تو تجھے آک کے پودے دکھائی دیں گے ۔۔۔ اُنہیں ڈھیر سارے کاٹ اور اِدھر لے آ ۔۔"

"پر کیوں ؟" ڈور گا نے کہا اور پھر اُس کے چہرے کو دیکھ کر اُس نے کُچھ جانا اور وُہ تیزی سے اٹھا اور چل پڑا ۔

ورچن میں ابھی کُچھ فرق نہ تھا پر وُہ جانتا تھا کہ ہولے ہولے فرق پڑنا تھا ۔۔۔ ہولے ہولے ساہ پیونا کا زہر پانی اُس کی ایڑی سے اُٹھ کر سر کو پہنچنا تھا اور اُس کے جُثے نے رنگ بدلنا تھا جیسے آسمان کا نیل ہوتا ہے اور آنکھوں میں اندھیرا ہونا تھا ۔۔۔ وُہ جہاں بیٹھا تھا وہیں اپنے ہاتھوں سے اتنی تیزی سے ریت کھودنے لگا جیسے جس کی زبان سُوکھتی ہو اور وُہ پیاسا ہو تو پانی کو کھوجتا ہے ۔

جب ڈور گا آک کے بُوٹے ریت پر گھسیٹتا ہوا اُس کی طرف آتا دکھائی دیا تو وُہ اپنے آپ کو گردن تک ریت میں دبا چکا تھا ، صرف اُس کے ہاتھ باہر تھے ۔ پہلی نظر میں ڈور گا نے اُسے وہاں دیکھا جہاں اُسے ہونا چاہیئے تھا اور وہ وہاں دکھائی نہ دیا تو وُہ پریشانی میں ہوا پر نظر نیچی کرنے پر اُس کا سر جیسے ریت پر رکھا دکھائی دیا تو اُس کی پریشانی بڑھی اور وُہ آک کے پودے گھسیٹتا ہوا اس کے پاس ہوا ۔

"تم نے اپنے آپ کو ایسے کیوں دبا لیا ؟"

"ایسا کرنا ہوتا ہے ۔۔۔ اب تم آک کے ان پودوں کو میرے آسے پاسے اور اوپر ایسے رکھ دے کہ میرا سانس بند نہ ہو آتا جاتا رہے ۔ اور اب مجھ میں اور میرے جُثے میں بہت فرق پڑنا ہے تو تم نے گھبرانا نہیں ۔ مجھے کھانے کو تم نے کُچھ نہیں دینا چاہے میں بین کروں اور روؤں کُرلاؤں تم نے مجھے سوائے آک کے پتّوں کے اور اس کے دودھ کے اور کُچھ نہیں دینا ۔۔۔

اور مُجھے پیاسا رکھنا ہے ۔ دھیان سے سنتا ہے ؟"

"ہاں دھیان سے سُنتا ہوں ۔"

"تو پھر ایسا کرنا اور یاد رکھ ۔۔۔ آک کے پتّے اور بس!"

ڈور گا نے ایسا ہی کیا ۔

دو دن اور دو رات ڈور گا اُس کے ہانپتے مُنہ میں آک کے پتّے ڈالتا رہا اور پوچھتا رہا کہ یہ کیسے لگتے ہیں اور وہ ڈھلتا ہوا جیسے آدھا نیند میں ہو بولتا ۔۔۔" میٹھے ہیں ۔۔۔ میٹھے لگتے ہیں ۔۔۔" اور ڈور گا جان لیتا ابھی زہر پانی اُس کے اندر ہے ۔۔ دن کو اُسے کچھ سجھائی نہ دیتا اور وُہ جانتا کہ یہ کالی رات ہے اور رات کو اُسے اندھیرا سُوجھتا اور وُہ جانتا کہ بس رات میں رات ہے دِن کبھی نہ ہو گا ۔

اُس کے ہڈ پیر سکڑتے اینٹھتے اور وُہ درد کے مارے کُرلاتا اور دوہائیاں دیتا ۔۔۔

تیسرے دن وہ چُپ ہوا ۔ پر اب وُہ مدھم آواز میں بے تکان بولنے لگا ۔۔۔ جانے وُہ کیا کہتا تھا اور کس سے کہتا تھا ۔ ڈور گا ریت پر لیٹ کر اپنا کان اُس کے منہ کے پاس لے گیا تو وہ کچھ پُوچھتا تھا ۔۔۔ چوتھے دن اُس کی آواز میں لفظ الگ الگ ہوئے تو ڈور گا نے جانا کہ وُہ کیا پُوچھتا ہے "ڈور گا ۔۔۔ تیرا دادا بھی بھٹے کی چار دیواری کے اندر ہی اپنی میّا کے پیٹ میں سے نکلا تھا؟"

"ایسا ہی ہوا ہو گا پر مُجھے نہیں پتہ کہ وُہ کون تھا اور اُس کا کیا نام تھا ۔۔۔" ڈور گا خوش ہوا کہ وُہ بولتا تو ہے ۔

"اور تیرا باپ؟"

"ہاں وہ بھی وہیں ہوا ہو گا ۔۔۔ پر مُجھے کیا پتہ !"

"تو اتنے جنم سے تو اس چکّر میں ہے تو ابھی تک تجھے چاکر رہنے کی عادت نہیں ہوئی ۔۔۔ تُو نے کُھلے ہو کر اپنی من مرضی سے آج تک کچھ نہیں کیا تو تجھے ایسی حیاتی کی عادت نہیں ہو گئی تھی ؟" ڈور گا پھر خوش ہوا کہ وُہ بولتا تو ہے ۔

"۔۔۔ دیکھ ورچن اِس مُردہ ڈھیر بستی میں بیٹھ کر تجھے میں ایک بات بتاتا ہوں ۔۔۔ تمہیں ابھی تک کچھ پتہ نہیں اور نہ کبھی پتہ چلے گا کہ وہاں کیا ہوتا ہے جہاں سے میں آیا ہوں ۔۔ میں تمہیں جو کچھ بھی بتا دوں سب کچھ بتا دوں پھر بھی تم نہیں جان سکو گے وہاں حیاتی کیسے گزرتی ہے ، وہاں کی سویر ، دوپہر اور رات کیسی ہوتی ہے ۔ ہاں جو اُس میں سے گزرتا ہے ، وُہ حیاتی

کرتا ہے ، جس کے ہڈ بیر پر بیتتی ہے تو ، نراوُہ جانتا ہے ۔۔۔ دوسرے جو سُنتے ہیں اور اُن کے دُکھ کو جیسے اپنے جُتّے پر جھیلتے ہیں تو وُہ بھی کبھی نہیں جان سکتے ۔۔ کچھ نہیں جان سکتے ۔۔ جس تن پر لگتی ہے بس وُہ تن جانتا ہے ۔۔۔ اسی لئے تو پوچھتا ہے کہ تجھے اتنی مُدتوں تک جنور بنے رہنے سے اس کی عادت نہیں ہوگئی تو بندے کو کبھی بھی جنور بنے رہنے کی عادت نہیں ہوتی ۔ میں نے میرے تن نے ایک ہزار برس گذارا تو بھی نہیں ہوئی ۔ اور اس ڈھیر بستی میں بیٹھ کر تمہیں مَیں ایک اور بات بتاتا ہوں ۔ یہ جو موہنجو ہے اور ہری یوپیا ہے تو ان بستیوں نے مُردہ ڈھیر ہو جانا ۔۔۔ جیسے تُو ریت میں ہے ایسے ریت میں دبنا ہے ۔۔۔"

"یہ میں بھی جانتا ہوں ۔۔۔" ورچن کی آواز آئی ۔۔ "وہاں اونچی ناک والے آچکے ہیں اپنے اسوا کے ساتھ ، ہمیں نیچ سمجھنے والے اور وہ انہیں برباد کر دیں گے ۔۔۔"

ڈور گا اُٹھا اور ورچن کے ماتھے سے پسینہ اور ریت پونچھی اور اُس کی آنکھوں کو صاف کیا "نہیں ورچن ۔۔۔" وہ اب ایک ڈرا ہوا انسان نہیں تھا جو ورچن کی طرف سدھائے ہوئے جنور کی آنکھوں سے دیکھتا تھا اُس کا کہا مانتا تھا اور ہانپتا تھا بلکہ وُہ اپنی پُرانی مُڈھ قدیم سیانف اور دُکھ کے ساتھ اُس کے سامنے بیٹھا تھا ۔۔۔ "بستیاں باہر سے نہیں اندر سے مُردہ ہوتی ہیں ۔ باہر والے تو اتنے برسوں سے چلے آرہے ہیں ، اگر موہنجو کو اُنہوں نے ختم کرنا ہوتا تو کر چکے ہوتے ۔۔۔ پر موہنجو ابھی تک ہے اگرچہ ایسے ہونے کو ہے جیسے یہ بستی ہے ۔۔۔"

"تو پھر بستیاں کیسے مُردہ ہو جاتی ہیں ۔۔۔؟"

"وُہ لوگوں کے کُڑھنے سے ہوتی ہیں ۔۔۔ اندر ہی اندر بوڑھے مُجھ ایسے اور بچّے بھوکے اور کیچڑ میں لتھڑے ہوئے اور عورتیں ویسی جو میرے ایسوں کو جنم دیتی ہیں تو یہ سب کُڑھتے ہیں کہ ہم کیوں ایسے ہیں اور اپنے اندر سے پُوچھتے رہتے ہیں کہ ہمیں ہزار برس کی قید کیوں ہے ۔ ہم میں اور موہنجو کی پکّی گلیوں میں دوڑنے والی گڈ کے بیلوں میں بھی فرق کیوں ہے کہ وُہ پیٹ بھر کر چارہ کھاتے ہیں اور ہم نہیں کھاتے اور اُنہیں سندھو میں نہلا کر اُن کے جُثوں پر تیل مل کر لشکاتے ہیں اور ہم نے کبھی سندھو دیکھا ہی نہیں ۔۔۔ ایک بستی باہر ہے موہنجو کی ۔۔۔ اور دوسری اِدھر بھٹّے کے اندر ہے اور ان دونوں میں ایک میں اُونچ بہت ہے اور دوسری نیچ بہت ہے ۔۔۔ جیسے تُو جو ورچن ادھر میرے ساتھ ویارنا کے کھنڈروں میں آیا تھا اور اب جو ہے ریت میں دبا ہوا آک کے پتّے کھاتا چباتا اور تیرا بدن نیلا پڑتا ہے تو فرق ہے ناں ۔۔۔ یہی فرق ہے ہم میں اور باہر والوں میں ۔ بھٹّے کا مالک اونچی ناک والا ہے تو کیا اور اگر بغیر ناک کے ہماری طرح

ہم میں سے ہے تو کیا ۔۔۔ تو ورچن بستیاں باہر والے مُردہ نہیں کرتے ہیں، کرتے ہیں پر ساری کی ساری نہیں کرتے ، یہ ہم خود ہوتے ہیں ۔ اپنے بھائی بندوں کو جنور بنا کر رکھنے والے ۔۔۔"

"پر یہ سب کُچھ تو موہنجو میں ہوتا ہے ۔۔۔" ورچن نے سر جھٹک کر پسینہ کم کرنے کا چارہ کیا "ہماری بستی میں تو نہیں ہوتا ۔۔۔"

"جب ایک ہزار برس سے لوگ ایک جگہ پر کُڑھتے ہیں اور اُن کے ساتھ بُرا ہوتا ہے تو اُن کے کُڑھنے اور بُرائی کی باس پھیلتی ہے اور اُن بستیوں تک بھی جاتی ہے جہاں ایسا نہیں ہوتا ۔۔۔"

"اور پھر وُہ بھی مُردہ ہو جاتی ہیں ؟"

"ہاں وُہ بھی ۔۔۔"

وہاں کس نے ہونا تھا پر اُدھر کوئی ہوتا اور دُور سے دیکھتا تو یہ دیکھتا کہ ایک بُوڑھا ہے جو آک کے پتّوں کے ایک ڈھیر کے پاس بیٹھا اُس سے باتیں کرتا ہے ۔ کبھی اٹھتا ہے اور اُس ڈھیر کے گرد ہولے ہولے چلتا ہے اور کبھی جُھک کر کُچھ کہتا ہے اور کبھی پسینہ پونچھتے ہوئے کُچھ دیر کے لئے کسی گرتی دیوار کی اوٹ میں ہو بیٹھتا ہے ۔۔ اور پھر شتابی سے واپس آتا ہے اور آک کے پتّوں سے باتیں کرنے لگتا ہے ۔

آک کے پتّوں میں ورچن اپنی آنکھوں میں گرتے پسینے کو انگلیوں سے باہر کرتا ہے اور دیکھنے کی کوشش کرتا ہے ۔۔۔ پہلے دو دن اور دو رات وُہ کُچھ بھی دیکھ نہ پایا اُسے صرف ڈور گا کی آواز آئی اور کبھی اُس کی تھکاوٹ کی باس آئی ۔۔ پر تیسرے دن آک کے پتّوں میں سے راستہ بناتی دُھوپ کی سفیدی اُسے دُھندلے بادل کی طرح تیرتی نظر آئی اور اُس کے پیچھے ڈور گا کے ہاتھ پاؤں اِدھر اُدھر چلتے پھرتے دکھائی دینے لگے ۔ اُس کا سارا بدن ریت میں بند تھا اور پھر بھی درد سے پُھولتا لگتا تھا ۔ اُس کے ہونٹوں اور دانتوں پر آک کا سفید دُودھ جما ہوا تھا جسے وُہ زبان سے چاٹتا جاتا تھا اور اُس کی مِٹھاس سے مزا لیتا تھا ۔

چوتھی سویر کو اُس کا دم ختم ہونے کو آتا تھا اور اُس کے نتھنے پُھولتے تھے اور بُھوک اُس کی انتڑیوں کو کاٹتی تھی تو اُس نے ڈور گا کی طرف صرف دیکھا کیونکہ وُہ بولنے جوگا نہیں رہا تھا ۔ اُس نے قریب ہو کر آک کے چند پتّے اُس کے کُھلے مُنہ میں ڈالے جو وہ فوراً چبانے لگا پر چباتے میں اُسے ابکائی آئی اور آنکھوں سے پانی بہنے لگا ۔

"یہ تو کڑوے ہیں ڈورگا ۔۔" اُس نے انہیں تھوک دینے کی کوشش کی اور ڈورگا کے پنٹ دانتوں سے ہنسے اور وہ مسکرانے لگا ۔

یہ وہ مستی تھی جو کھیت پر جُھکنے والے اور اُس میں اپنا پسینہ گرا کر مشقت کرنے والے پنڈوں میں کٹائی کے بعد وحشی اور بے لگام ہو کر پھیلتی ہے اور جس کے آگے وُہ پانچوں بے بس تھے اور رُکھوں کے گُھپ اندھیرے میں اندھا دھند بھاگتے ، گرتے اور ہانپتے تھے پر وُہ مَستی انہیں رُکنے نہ دیتی تھی ۔۔۔ اُن کے اندر نئی کنک کا سواد تھا جو اُنہیں پُھر تیلا اور بے دھڑک کرتا تھا ۔ اور چیتر کی ہوا تھی جو اُن کے خُون کو بے پروا کرتی تھی ۔ پیپل کے بوسیدہ گُھن لگتے تنے جو زمین پر گلتے تھے اور املی کی شاخوں میں سے اور جھاڑیوں کو پھلانگتے وُہ اُس بھینسے کے پیچھے جاتے تھے جو جان چکا تھا کہ یہ پانچ اُس کی رَت پینے کو آتے ہیں ۔

اُن کے اُوپر درختوں میں ماسا پھلانگتا جاتا تھا ۔

بھینسے کی سیاہ کھال پسینے سے تب لشکتی تھی جب گھنے درختوں کے پتّوں کی چھتوں میں سے دُھوپ بہتی ہوئی نیچے آتی اور وُہ ڈکراتا ہوا وہاں سے گزرتا ۔۔۔ گزرتا تو دُھوپ سے پل بھر کو لشکتا اور اگلے پل پھر رُکھوں میں سیاہ ہو جاتا ۔ وُہ پانچوں بھاگتے گرتے ہانپتے اُس پر آنکھیں جمائے دیکھتے تھے اور سُنتے بھی تھے کہ کبھی وُہ نظر آجاتا اور کبھی ٹہنیوں کو توڑتا اُس کا جُثہ سُنائی دیتا ۔

گاگری کے ہاتھ میں بھاری ڈنڈا تھا جسے وہ سنبھالتی تھی اور اُس کی ہرنی ٹانگیں پلانگیں بھرتی بھینسے کے پیچھے جاتی تھیں ۔۔ پچھلے برس جب وہ بھوکڑ کے بغیر آئی تو پھر وہ کبھی کسی پرندے کے پیچھے نہیں گئی ۔

اور پاروشنی سلما کی رسّی سے بنا ہوا گوپیا گھماتی تھی جس میں سمرو کا ترشا ہوا گول گیٹا تھا ۔ اُس کی لنگی بار بار ڈھیلی پڑ جاتی اور اُسے کسنے کے لئے اُسے رُکنا پڑتا ۔ یُوں گاگری سب سے آگے تھی پلانگیں بھرتی ہوئی ، اُس سے پیچھے کہیں پاروشنی تھی اور پاروشنی کے بہت پیچھے وانگو ، چیوا ، اور جھوریا شور مچاتے چلے آتے تھے ۔۔۔

پاروشنی کا جُسّہ بھی بھینسے کی طرح پسینے میں بھیگا ہوا تھا اور جب کبھی وُہ بھی رُکھوں کے اندر داخل ہوتی دُھوپ کی لکیر میں سے گذرتی تو اُن تینوں کے جو اُس کے پیچھے چلے آتے تھے دم رُکتے ۔۔ پسینے نے اُس کی لنگی کو اُس کے پنڈے کے ساتھ یوں چپکایا تھا کہ وُہ اُسی رنگ کی ہوتی تھی اور دھوپ میں آتے ہی وُہ سب دکھائی دیتی جو کہ وُہ تھی ۔۔ وہ بھاگتے تھے اور اُن کے آگے آگے رُکھوں میں گُم ہوتا پاروشنی کا بھیگا ہوا جُسّہ بھاگتا تھا اور اُس میں سے ۔۔۔ اُس کی کچھوں اور چھاتیوں اور ٹانگوں کے بیچ میں جو باس تھی وُہ پھیلتی تھی اور اُن تینوں کو جکڑتی ہوئی اپنے پیچھے گھسیٹتی تھی ۔۔ اور وُہ پل بھر کے لئے بُھولتے کہ وُہ بھینسے کے پیچھے ہیں یا اس باس سے بندھے ہیں ۔

اور اُن سب کے آگے اور بھینسے کے اوجھل ہوتے سائے کے پیچھے آنکھیں لگائے گاگری جب بھاگتی تھی تو اندھا دُھند بھاگتی تھی اور جہاں بھاگتی تھی وہاں دیکھتی نہ تھی اور وہاں راستے میں ایک تنا پڑا تھا اور اُس کا پاؤں اٹکا اور وُہ گرتے ہوئے رُکھ کی طرح مُنہ بھار زمین پر جا گری اور اُس کی ناک میں سے ایک گرم آلودگی پُھوٹی اور بہنے لگی ۔۔۔ اور اُس کی آنکھیں بند ہونے لگیں ۔۔ اُس کا مُنہ گلتے پتّوں کی گیلی باس پر تھا اور اُس کے کان سُنتے تھے ۔۔۔ چیوا اب اپنے چھپر میں سے بالکل باہر نہیں آتا تھا ۔۔۔ بس بھیڑیں آس پاس خود ہی چر کر لوٹ آتیں اور وُہ کھاٹ پر پڑا رہتا اور ہر شے پر شک کرتا رہتا ، سوال کرتا رہتا ۔۔۔ گاگری اُس کے ہاں جاتی ، لیٹتی اور واپس آجاتی ۔۔ اُس کا جی کرتا تھا کہ اُس کا بیج اُس کے اندر پھر ٹھہر جائے ۔۔۔ وُہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ پاؤں جو پتھروں والے راستے کے نیچے کسی مرتبان میں اب چھوٹی چھوٹی ہڈیاں تھے اُسے یاد آتے تھے اور اُس کا جی چاہتا تھا کہ اُس کے گالوں پر ایک چھوٹا سا ہاتھ کھیلے اور اُس کی چھاتی پر ایک چھوٹا سا مُنہ چلے ۔ آج سویرے وہ چاروں چیوا کے چھپّر کے پاس سے گزرتے تھے تو اُس نے اُن کی آہٹ سُن کر اُنہیں روک لیا ۔ وُہ جانتی تھی کہ وُہ بھینسے کو مارنے جاتے ہیں ۔۔ ہر برس یہی ہوتا تھا ۔ ہر برس فصل کی کٹائی کے بعد چیتر کے مہینے میں کوئی نہ کوئی یا دو چار مل کر بھینسے کو مارنے جاتے تھے ۔ اور ایسا ہی ہوتا کہ دن گزرتے جاتے اور جو بھی جاتا خالی ہاتھ ہی آتا یا ہاتھ پاؤں تُڑوا کر آتا یا وُہیں رہ جاتا بھینسے کے بوجھ تلے جیسے مونگلی کے نیچے کنک کا دانہ پس جاتا ہے ۔۔۔ اور پھر بھی کٹائی کے بعد کی مستی اور چیتر کی ہوا اُن کے جُتوں کو دھکیل کر رُکھوں میں بھیج دیتی اور وہاں وُہ اُن کی اڈیک میں ہوتا ۔

گاگری زمین پر اوندھی پڑی ہوئی تھی اور اُس کے ناک مُنہ سے خُون بہتا تھا اور اُس کے

اوپر گھنے پتے تاریکی کرتے تھے ۔۔ جانے مجھے کوئی دیکھتا ہے کہ نہیں ۔۔۔ پاروشنی میرے پیچھے آتی ہے اور اِسی راستے پر پاؤں دھرتی آتی ہے ، وُہ دیکھ لے ۔۔۔ کہ میں گر چکی ہوں اور اُٹھ نہیں سکتی ۔۔ کاگری کے آدھے جاگے آدھے سوئے سَر میں باتیں ہو رہی تھیں پر اُس میں اتنی سکت نہ تھی کہ وُہ اپنے آپ کو ہلائے ، وہ جہاں تھی بے بس پتھر پڑی تھی ۔۔۔ پھر پاروشنی کی ہانپتی ہوئی ۔۔۔ ہا ۔۔۔ ہو ہو ۔۔۔ ہوہا ۔۔ اُسے سنائی دینے لگی اور وُہ آرہی تھی، یہ آواز قریب ہونے لگی اور اس کے ساتھ پتّوں پر بھاگتے پاؤں پڑتے ہوئے اور اُن کی چرمراہٹ ۔۔۔ یہ سب کچھ پاس ہوا ، پاس آیا اور پھر ۔۔۔ گزر گیا دُور ہونے لگا ۔۔۔ پاروشنی اُسے دیکھے بِنا گذر گئی تھی ، ہانپتی بھاگتی چلی گئی تھی ۔۔۔ اور کاگری اب ڈری اور اُس نے جانا کہ اگر کوئی اُسے اٹھانے نہ آیا تو وُہ یہیں پتّوں اور ٹہنیوں میں اوندھے مُنہ پڑی مرجائے گی اور پتّوں میں رینگتے جو کیڑے اُس کے پِنڈے کو کاٹنے لگے ہیں تو اُن کی تعداد دھیرے دھیرے بڑھ جائے گی اور وُہ یہ جان کر کہ یہ اب ہلتی نہیں ہے اُس کے ماس کو ہڈیوں سے الگ کرنے لگیں گے ۔۔۔ وُہ ڈری پر کوشش میں رہی کہ خون بہنے سے جو اُس کا زور کم ہوا ہے تو وہ اب اونگھ نہ جائے اور اُس کی آنکھیں بند نہ ہو جائیں ۔ تھوڑی دیر بعد وُہ تینوں بھی پاگل لوگوں کی طرح شور مچاتے اُس کے پاس سے گذر گئے ۔۔۔ ایک چیونٹی نے اُس کی کنڈ پر کاٹا اور اُس کا ماس تھرّایا ۔

اُن کے تتھنے پھڑپھڑا رہے تھے اور وُہ کتّوں کی طرح رُکھوں میں سونگھتے اُس باس کا پیچھا کر رہے تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔ اکڑتے تھے اور اُنہیں بھاگنے میں مشکل ہوتی تھی اور جیسے وُہ بھی مُنہ اٹھائے باس کو سُونگھتے تھے ۔۔۔

بھینسے کا ڈولتا جُثّہ رُکھوں کی تاریکی میں یُوں ڈکراتا چلا جاتا تھا جیسے شُوکتے دریا میں کسی رُکھ کا تنا بے اختیار ہو کر لُڑھکتا چلا جاتا ہے ۔ اِس جنور میں یہ تھا کہ انسان کو دیکھتے ہی بھاگ نکلتا تھا اور بھاگتا جاتا تھا ، بغیر پیچھے دیکھے بغیر جانے کہ میرے پیچھے کوئی آتا بھی ہے یا دُور رہ گیا ۔۔ ہاں جب یہ تھکتا ہے اور اُس کی ٹانگیں اُس کی تھکاوٹ کا بوجھ نہیں سہار تیں تب یہ کھڑا ہوتا ہے اور سامنا کرتا ہے ۔۔ لیکن جب ایسا ہو تو انسان اُس کا سامنا نہیں کر سکتا ۔۔ اُس سمے جب بھینسا تھک کر تمہارے سامنے کھڑا ہو گیا تو سمجھو کہ تمہیں مٹی میں دبانے کے لئے تمہارے ناپ کا مرتبان بھٹی میں پکنے لگا ۔ اسی لئے اُس کے پیچھے جانے والے ہمیشہ اُس کے پیٹ پر نظر رکھتے ہیں کہ وُہ تیز تیز بڑھتا اور سکڑتا تو نہیں کہ یُوں سانس پھول جائے تو ہوتا ہے اور اُس کے کُھر

زمین پر سیدھے پڑتے چلے جاتے ہیں یا آپس میں بھڑنے لگے ہیں کہ یُوں تھکاوٹ ٹانگوں میں اُترے تو ہوتا ہے ۔۔۔ پاروشنی کی آنکھیں بھاگتے ہوئے بھینسے کے کالے پنڈے پر چپکی ہوئی تھیں اور اُس کی ٹانگیں بھاگتے ہوئے جیسے اپنے بدن کو چھوڑ کر آگے جاتی تھیں ۔ اُس نے نظر ہٹائے اور پاؤں روکے بغیر گوپیا گھمایا اور اُسے گھماتی ہوئی ہاتھ سیدھا کرتی گئی اور جب پوٹلی میں رکھا گول گیٹا بازو کی ناڑوں کو کھینچنے لگا تو اُس نے گوپیے کا دوسرا سِرا چھوڑ دیا ۔۔۔ گیٹا شائد بھینسے کو لگا نہیں کیونکہ وُہ بھاگا جاتا تھا اور اگر لگا تو کہیں پنڈے پر جا لگا جہاں کچھ اثر نہ تھا ، وہاں کھوپڑی کے اُوپر سینگوں کے بیچ گیندے کے پھول اتنی ایک جگہ ہوتی ہے جہاں گیٹا پُورے زور سے لگ جائے تو بھینسا اُنہی قدموں پر گر جاتا ہے اور پھر اُسے پتھر کے چاقو سے مارا جا سکتا ہے ۔ پر اُس چھوٹی سی جگہ گیٹا مارنے کے لئے بڑا نشانہ چاہیئے ، ہاتھ میں زور اور آنکھ میں تیزی ہو تب ۔۔۔ پاروشنی میں یہ سب کچھ تھا پر نشانہ پھر بھی ٹھیک نہ پڑا ۔۔۔ اُس نے بھاگتے بھاگتے گوپیے میں دُوسرا گیٹا رکھا اور اُسے گھمانے لگی ۔

وہ تینوں اب بھی شور مچاتے ہانپتے چلے آتے تھے پر وُہ بھینسے کو بُھولے ہوئے تھے صرف پاروشنی کے بھیگے ہوئے پنڈے کو رُکھوں میں سے پھسلتے ہوئے دیکھتے تھے اور اُن کے ماتھے گرم ہوتے تھے اور آنکھوں میں آگ دہکتی تھی اور وُہ اُس کے پیچھے پیچھے تھے اور اُس کی بھیگی باس اُن کے نتھنوں میں اب بہت اتھل پتھل کرتی تھی اور اُنہیں بے حال کرتی تھی ۔۔۔ اتنا بے حال کرتی تھی کہ اب رُکھوں کے تنوں میں ایک پاروشنی نہیں جاتی تھی بہت ساری تھیں جن کے بدن پسینے سے بھیگتے تھے اور لنگیاں ڈھیلی پڑتی تھیں ۔۔۔ اُن تینوں نے ایک دُوجے کو دیکھا اور جانا کہ ماتھا سب کا جلتا ہے اور آنکھوں میں سُرخ گرمی ہے تو وُہ بھاگنے کی بجائے ٹھٹک کر ہرنوں کی طرح پلانگیں بھرنے لگے ، کُودنے لگے ۔۔۔ ایسے وُہ پاروشنی کے قریب ہوتے تھے ۔ اور اُن کے عین اوپر ماسا بھی رُکھوں کے اندر پلانگیں بھرتا ، کُودتا تھا اور اُن کے اُوپر اُوپر جاتا تھا ۔

ادھر جھیل سے اوپر کا آسمان پرندوں کے پروں سے سیاہ ہوتا تھا اور وُہ سب مرنے کے لئے وہاں آئے تھے ۔

پاروشنی گری تو یہ نہ بُوجھ سکی کہ ایسا کیونکر ہوا ۔۔ وہ بھی گرتے رُکھ کی طرح اوندھے مُنہ گرتی چلی گئی اُس کا پاؤں کسی تنے ، ٹیلے یا کسی جنور کے پنجر سے اٹکا بھی نہیں اور پھر بھی وُہ گری اور اُس کے ساتھ ہی بہت سارے ہانپتے سانس اور بوجھ اُس پر بوجھ ہونے لگے اور اُس کا سانس

بند ہونے لگا اور رُکھ سیاہ ہوئے اور اُس کے پنڈے پر تیرتے پسینے پر سے بوجھ پھسلتے اور پھر آتے اور بار بار پھسلتے ۔۔۔ اور یُوں وہ رُکھوں کو دیکھ نہ سکتی تھی کہ اُسے گرم بھاپ سانس اور کپکپاتے جُثّے ڈھانپتے تھے اور اُس کی کھلی حیران آنکھوں میں اُن کا پسینہ گرتا تھا اور نم ہوا سے اُس کا ماتھا بھیگتا تھا اور رُکھوں میں ٹھہری ہوئی ہوا نمی سے بوجھل تھی اور یہ نمی گرم ہو کر اُس کے پنڈے کے اندر تک مار کرتی تھی اور اُسے ایک دوہرا انڈھال کرنے والا سواد دیتی تھی ۔۔۔ اور پھر بھاری ہوتے پپوٹوں کو اُس نے مُشکل سے کھولا تو اُن کے عین اوپر بھینسا کھڑا تھا ۔ اُس کا پیٹ پچکتا تھا اور پھیلتا تھا اور ٹانگیں لرزتی تھیں اور وُہ کھڑا تھا ۔۔۔ اُس کا بھی پیٹ بھرتا ہے اور پھر خالی ہوتا ہے اور ٹانگیں بھیگتیں ہیں ۔

جھوریا نے پاروشنی کی آنکھوں میں اپنی بجائے کچھ اور سیاہ ہوتا دیکھا اور اُس نے گردن اٹھا کر پیچھے دیکھا تو وہ اُن کے اوپر کھڑا تھا ۔

پیچوا اور وانگو نے بھی مُڑ کر دیکھا اور پھر وُہ گرتے پڑتے اُٹھے اور گھگھیائی ہوئی ڈر سے بھاری آوازیں نکالتے جدھر سے آئے تھے اُدھر بھاگنے لگے ۔

پاروشنی گیلی باس میں گُم بھیگتی وہیں گلتے پتّوں پر تھی اور بھینسا اُس کے اوپر کھڑا تھا اور اِس کا پیٹ پچکتا اور پھیلتا تھا اور ٹانگیں لرزتی تھیں اور وُہ جانتی تھی کہ اب اُس کے تتھنے سُکڑیں گے ۔ تناؤ نیچے ہو گا اور آنکھیں اُسے دیکھیں گی اور پھر وہ پھنکارتا ہوا اُس پر آئے گا اور پھر جیسے پتھر کنک کو پیستا ہے ، جیسے کائی پر اوس پڑے تو اُس پر رکھا ہاتھ پھسلتا ہے ایسے پاروشنی کے پنڈے پر پسینہ اور اُس کے اندر پانیوں کی پھسلن تھی اور اُن میں پاروشنی کی باس گیلی ہوتی تھی اور بھینسا کھڑا تھا ۔۔ اُس کے تتھنے پھڑکتے تھے ، پاروشنی نے جانا کہ اب وُہ آگے آئے گا ۔۔ وہ یوں ٹانگیں اور بانہیں کھولے پڑی تھی جیسے اپنے پنڈے کو سُکھاتی ہو اور اُس کے اوپر رکھوں کی چھایا تھی اور پنڈلیوں ، پیٹھ اور کندھوں تلے گلتے پتے چرمراتے تھے ۔ ۔ ۔ وہ کھڑا تھا اور اُس کے تتھنے پھڑکتے تھے جیسے اُس کی باس اندر اُتارتے ہوں ۔ ۔ ۔ پاروشنی نے جانا کہ اب پکلی کے آوے میں وُہ برتن ضرور پکے گا جس میں اُس کا بچا کھچا بدن بند کر کے زمین میں رکھا جائے گا اور اُس نے دھیرے سے کروٹ بدلی ۔ ۔ ۔ اُس طرف جس طرف بھینسا نہ تھا تاکہ جب وُہ پر آئے اُسے کنک کی طرح پیس دینے کو آئے تو وہ اُسے دیکھ نہ سکے ، وہ آئے ، اپنا کام کرے اور جائے ۔۔ اب وُہ اُس کی آنکھوں سے اوجھل تھا پر اُس کے پیچھے کھڑا تھا اور اُس کی تنگی پیٹھ سے چار ہاتھ پرے اُس کے تتھنے پھڑکتے تھے ۔ ۔ ۔ پاروشنی کا سانس رُک رُک

کر آتا اور وُہ اُسے روکتی اور انتظار کرتی کہ اُس کا بھاری جُثہ آکر اُسے داب دے اور کام ختم کرے ۔

"می آؤں ۔۔ می آؤں ۔۔۔" رُکھوں میں مور بولا ۔

پاروشنی کی تنگی کنڈ پر ایک ایسا سانس بکھرا جو گرم اور رُکنے والا نہ تھا ۔ وُہ جان رہی تھی کہ بھینسے کا بھاری وجود اب اُس پر تنا کھڑا ہے اور اُس پر گرنے کو ہے ۔۔۔ اُس نے آنکھیں بند کر لیں ۔ بھینسے کی نم تھوتھنی اُسے سُونگھتی تھی اور اُسے گیلا کرتی تھی ۔ پاروشنی نے ایک ٹانگ سمیٹی اور سیدھی ہو گئی اور باہیں اور ٹانگیں پھیلا کر یوں لیٹ گئی جیسے اپنے آپ کو سُکھاتی ہو ۔۔۔ سانس جو گرم اور رُکنے والا نہ تھا اُسے گرم کرنے لگا ۔ تھوتھنی اُسے ہر جگہ دیکھتی بھالتی تھی ۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں اور بہت دیر بند رہیں ۔۔ صرف اُس کا سانس اور پتّوں پر سختی سے بھنچی ہوئی ہتھیلیاں بتاتیں کہ وہ زندہ ہے اور زندگی کا تناؤ اُس کے اندر ہے ۔۔۔ اور باہر ہے ۔۔۔ اور اندر جو رُکھوں کے اندر نم گرمی ٹھہری ہوئی ہے وُہ بہنے لگتی ہے اور زندگی اُس کے اندر ہے ۔۔ اور باہر ہے ۔

اُس کے پپوٹوں پر ایک سایہ گہرا ہوا اور اُس نے آنکھیں کھول دیں ۔۔۔ وہ اُس پر جُھکا تھا اور وُہ ورچن تھا ۔۔ "تم اِن رُکھوں میں یُوں لیٹ کر کیا کرتی ہو ۔۔۔؟"

وہ اُٹھی اور جلدی سے اپنی لُنگی میں ہو گئی ۔

"ڈورگا ۔۔۔ ادھر آؤ"

ڈورگا جو اُن سے نظریں ہٹائے رُکھوں کو دیکھ رہا تھا آگے آیا اور اُس نے پاروشنی کے نچڑتے بالوں پر پیار سے ہاتھ پھیرا "جھاڑیوں کو روندتا اور اپنے آپ میں مگن اور مست ایک بھینسا رُکھوں میں جاتا تھا اُس نے تمہیں تو کچھ نہیں کہا ؟"

پاروشنی نے سر ہلایا ۔

میرے حصّے کا اَن پانی اس نے لیا اور مجھے بھوک اور پیاس دی ۔۔۔ اِس نے ۔۔۔ تو میں اب آیا ہوں تو اس سے میل کرنے ۔۔۔ اور وُہ بھی جان گیا ہے ۔۔ میں آگیا ہوں ۔

وُہ تینوں رُکھوں کی گھنیری چھاؤں میں چلنے لگے ۔ املی اور پیپل کے پتّوں میں گیلی ہوا دم روکے موجود تھی ۔ بانجھ عورتوں کے رُکھ کے آس پاس اُس نے پہلی بار ورچن کو دیکھا ۔۔ اُس کے مہاندرے سے زردی پھوٹتی تھی اور اُس کی آنکھیں اور نقش باقی چہرے میں سے الگ